ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

عصر حاضر میں تربیت اطفال کی عدم پاسداری کے معاشرتی اسباب اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل: تجزیاتی مطالعہ

An analytical study on the social factors contributing to the failure in the upbringing of children in contemporary society and their remedies as prescribed in the Qur'an and Sunnah.

Dr. Muhammad Zia Ullah
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA & E, Lahore.
Dr. Mahmood Ahamd
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA & E, Lahore.
Ayesha Ismail
M.Phil. scholar, Islamic studies, NCBA & E, Lahore.

ABSTRACT

In contemporary society, the upbringing of children faces significant challenges influenced by diverse social factors. This analytical study delves into these influences, seeking remedies through insights derived from the Qur'an and Sunnah. The multifaceted nature of modern social dynamics impacts the nurturing environment crucial for children's development. Factors such as rapid technological advancements, changing family structures, and societal norms contribute to the complexities parents and caregivers encounter in raising children. Drawing upon Islamic teachings, the Qur'an and Sunnah offer timeless wisdom and practical guidance. They emphasize the pivotal role of family, community, and moral upbringing in shaping a child's character and resilience. Islamic principles advocate for fostering environments rooted in compassion, justice, and responsibility towards children, aligning with contemporary concerns about mental health, ethical values, and social integration.

Central to this study is the exploration of specific challenges faced by parents and communities, including peer pressure, media influence, and educational systems that may diverge from traditional values. The Qur'an and Sunnah provide a framework to address these challenges through nurturing environments that prioritize spiritual and moral development alongside intellectual growth .

By analyzing social factors through an Islamic lens, this study proposes remedies that promote holistic child development, emphasizing parental involvement, community support, and ethical guidance. It underscores the relevance of Islamic teachings in navigating contemporary issues, offering practical strategies for stakeholders invested in enhancing the well-being and future prospects of children.

Keywords: social factors, upbringing of children, contemporary society, Qur'an, Sunnah, remedies, Islamic teachings, parental involvement, moral development, holistic approach

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے حد انعامات سے نوازا ہے، جن میں اولاد بھی شامل ہے۔ والدین پر ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ اولاد کی تعلیم وتربیت کا ذمہ والدین کے سر ہوتا ہے۔ اگر والدین اچھے ہوں گے اور نیک سیرت کے حامل ہوں گے تو اولاد بھی نیک بنے گی اور دین کے راستے پر چلتی رہے گی۔ لیکن اگر والدین نے اچھائی کے مقابلہ میں برائی کو ترجیح دی ہو گی تو بچے بھی برائی کے راستے پر گامزن رہیں گے۔ بچوں کو راہ راست پر لگانا اور ان کو اچھے اعمال کا کاربند بنا دینا ہی انسان کی کامیابی ہے۔ اس میں کوتاہی سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ ایک تو انسان اپنے رب کے سامنے شرمسار ہوتا ہے اور دوسرا معاشرہ میں اولاد کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔

اولاد کی تربیت سے معاشرہ مرتب ہوتا ہے۔ اگر کسی کی اولاد اچھی ہو گی تو اس سے پورے معاشرہ پر اثرات مرتب ہوں گے۔ دوسرے بچے ان کو دیکھ کر اپنی سمت طے کریں گے اور تمام معاشرہ نیک بچوں کی مثالیں دے کر اپنے بچوں کو صحیح کام کرنے کی طرف راغب کرے گا۔ اس سے ایک مثالی معاشرہ پروان چڑھے گا۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی کی اولاد اچھی تربیت یافتہ نہ ہو گی تو اس کے اثرات دیگر بچوں پر بھی ہوں گے۔ دیگر بچے ان کو دیکھ کر برائی کا راستہ اختیار کرنے میں آسانی محسوس کریں گے اور اس راستے پر گامزان ہو جائیں گے۔ اس سے تمام معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو گا۔

تربیت اطفال کی عدم پاسداری کے معاشرتی اسباب اور ان کے اثرات

1- غیر معیاری نظام تعلیم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

ہمارے تعلیمی نظام کا حالات اس طرح ناقابلِ قبول ہیں کہ یہ نہیں ہے کہ اس نے نوجوان نسل کو ملکی ضروریات کے مطابق صحیح تعلیم دی ہو، نہ ہی ان کی اسلامی شناخت و کردار کا تربیتی جانب سے انتظام کیا ہو۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا تعلیمی نظام مکمل طور پر ناکام ہو رہا ہے۔ آج ہمارے بچے ڈگریاں تو لے رہے ہیں لیکن اخلاقی تنزلی کا شکار ہو گئے ہیں۔ نہ آداب گفتگو سے واقف ہیں نہ ہی آدابِ مجلس سے۔ بقول فواد کیفی:

"مغرب، یورپ اور خاص طور پر یہودیوں نے مسلمانوں اور اسلام سے کئی صدیوں س ایک الگ طرح کی دشمنی و بیر پال رکھا ہے ان کی اٹھتے بیٹھے سوتے جاگتے ایک ہی فکر لگی رہتی ہے کہ کسی بھی طریقے سے اسلام کا خاتمہ (نعوذ باللہ) کر سکیں۔ ان کے لیے وہ مختلف طریقے اجراء کر رہے ہیں۔ بہت سے اہم میدان ہیں جہاں انہوں نے اسلام کے خلاف جنگ لگائی ہے، اور ان میں تعلیمی میدان بھی شامل ہے۔"[1]

پاکستان دو قومی نظریے کے اعلان سے وجود میں آیا۔ جس کے بنانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم اسے ایک جدید اسلامی معاشرہ بنا کر اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اپنی آنے والی نسلوں کو ایسی تعلیم دیں کہ وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور ان کی آخرت بھی سنور جائے۔ ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں:

"اس نظریاتی سمت کا اولین تقاضا یہ تھا کہ پاکستان بنتے ہی انگریز کے قائم کردہ نظام تعلیم کا بوریا بستر گول کر دیا جاتا اور قومی امنگوں اور ملی جذبوں کے تحت نئے نظام تعلیم کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے لیکن افسوس کہ وابستگان اقتدار کو نظام تعلیم کو نئی بنیادوں پر استوار کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔"[2]

2- مخلوط تعلیم

آج ہمارا معاشرہ مغربی تہذیب کے اس پھیلائے ہوئے مخلوط تعلیم کے جال میں دھنسا جا رہا ہے۔ کل کے فرعون نے توحید پرست بچوں کو ذبح کرنے کی مہم چلائی تھی تاکہ وہ اپنی خدائی کو قائم رکھ سکے اور آج کے فرعون نے مخلوط تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کی نسلوں کو تباہ کرنے کا مشن شروع کیا ہے تاکہ یہ بیدار ہو کر ان کو صفحہ ہستی سے مٹا نہ دیں۔ مخلوط تعلیم اس وقت تعلیمی اداروں میں مروج ہیں اور طلبہ و طالبات نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ مخلوط تعلیم اپنے دامن میں بہت سے دینی، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی نقصان لیے ہوئے ہے۔

" میکالے کے نظام تعلیم کے زیر دام آنے سے پہلے مسلمانوں کے ہاں مسندِ دعوت وارشاد اور تعلیم توحید و سنت کا ایسا نظام تدریس تھا جس میں علم برائے عمل اور تعلیم برائے تہذیب حاصل کی جاتی تھی۔ ان انسان ساز اداروں میں معلم عند اللہ مأجور (اللہ کے ہاں اجر حاصل کرلے) ہونے کی کی نیت سے اپنی بھرپور صلاحیتیں صرف کرتے، لیکن انسانیت کے غم میں ہلکان ہونے کا ڈرامہ رچانے والوں نے بزعم خود جاہلوں کو تعلیم دینے کا ایسا جال بچھایا، جس میں نصاب تعلیم، طریق تعلیم اور مقصد تعلیم کی تثلیث میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو ایک جگہ بٹھا کر یکساں تعلیم دے کر انہیں گمراہ و آوارہ مزاج، ژولیدہ فکر، بزدل، ہوس پسند، خود غرض، جنس زدہ اور تعیش پسند بنانے کا میٹھا زہر شامل کیا گیا۔"[3]

امریکی مفکر اور سوشل سائنسدان جورج گلڈر اپنی کتاب Man and Menage میں لکھتا ہے:

" مخلوط تعلیم میں لڑکے اور لڑکیاں جلدی بالغ ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر، بلوغت کے وقت لڑکوں کے جسم میں مردانہ ہارمونز بالکل حالات کے مقابلے میں دس سے بارہ گنا زیادہ پیدا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شدید نفسیاتی اور جنسی ہیجان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لڑکیوں میں زنانہ ہارمونز کی وجہ سے بلوغت کے دوران عموماً سستی اور ڈپریشن کا سامنا ہوتا ہے۔ اس طرح کی صورتحال میں، اکثریت عموماً صنف مخالف کے متعلق سوچتی رہتی ہے۔[4]

اس نظام تعلیم نے عورت کو گھر سے یہ کہہ کر نکالا کہ اس کا حق ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ انگریز عورت کو تعلیم دلانے میں اس قدر حساس، فکر مند اور پریشان ہیں کہ تعلیم و تعلم میں جہاں بھی مردوں کا ذکر آتا ہے، وہاں عورتیں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لئے تعلیم کے

حق کی نفی کی ہے، جب کہ پوری دنیا جانتی ہے کہ آسماء الرجال کی کتابوں میں جہاں مردوں کے علمی کمالات کا تذکرہ ہے، وہاں مسلمان خواتین کی تعداد الحمد للہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

3- غیر تربیت یافتہ اساتذہ

تاریخ میں جتنی بھی عظیم ہستیاں گزاری ہیں، ان کو بنانے میں ان کے اساتذہ کا ایک اہم کردار ہے۔ افلاطون، ارسطو کا استاد تھا اور ارسطو، سکندر اعظم کا۔ اسی طرح شمس تبریز، مولانا رومی کے روحانی استاد تھے۔ سید میر حسن، شاعر مشرق مفکر اسلام علامہ محمد اقبال کے استاد تھے۔ ان لوگوں کی اچھی تعلیم و تربیت ہی تھی کہ اتنے عظیم انسان اس دنیا میں پیدا ہوئے۔

> " یہ بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ والدین کے بعد استاد تربیت کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔ انہیں معمار، لوہار، اور دہقان کہنا بھی درست ہو گا، کیونکہ وہ لوہے کو کندن، پتھر کو ہیرا بناتے ہیں، بنجر زمین کو زرخیز، اور صحرا کو باغ بناتے ہیں۔"[5]

ٹیکنالوجی کے انقلاب نے جہاں سب بدلا، وہاں تربیت دینے والی یہ ہستی بھی بدل گئی۔ استاد کے نزدیک آج کے اس دور میں بچوں سے زیادہ جاہ و منصب اہم ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنی نااہلی اور لالچ کی وجہ سے قوم کے بچوں کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے۔

> "تعلیم و تربیت کے فقدان کا ایک سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں سفارش کلچر عام ہو چکا ہے۔ اکثر اساتذہ اپنی تعلیمی صلاحیت کے بجائے سفارش، جعلی کاغذات اور دیگر نامناسب طریقوں سے عہدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، جبکہ ان کی تعلیمی قابلیت بالکل نہیں ہوتی۔"[6]

معاشرے میں جہاں ایک ماں کے بغل میں بچہ اپنی پہلی درسگاہ مانی جاتی ہے، ایک مثالی ماں کو ایک ہزار اساتذہ سے بھی بڑھ کر فوقیت حاصل ہے۔ وہاں ایک استاد کو اپنی شخصیت میں ساری کائنات کو بچے کے لیے ایک درس گاہ بنانے کی قوت ہونے کی وجہ سے روحانی والد کا درجہ دیا گیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے معاشرے میں تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی کی بنا پر بچوں کی تربیت کا عمل بھی متاثر ہو رہا ہے۔ اساتذہ کا کام صرف تنخواہ میں اضافے اور ترقی کی حد تک محدود ہو چکا ہے۔

4- جدید میڈیا اور ذرائع ابلاغ

عصر حاضر میڈیا کا دور ہے اور ہر تہذیب میڈیا کے ذریعے ہی بقا، تحفظ اور ارتقاء کی سرد جنگ لڑ رہی ہے۔ یعنی میڈیا کو عظیم ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔

> "میڈیا یعنی ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے فائدے بے شمار ہیں اور نقصہ، اور نقصانات بھی۔ اگر صحیح طریقے سے اس کو استعمال کیا جائے تو اس سے کم وقت میں بہت زیادہ فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ غلط پروپیگنڈے اور برائی کی تشہیر کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اب جنگیں میدانوں میں جیتنے کی بجائے میڈیا کے توسط سے جیتی جاتی ہیں۔ نیز کسی بھی معاشرے یا ملک کا قبلہ درست کرنے میں میڈیا نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے"۔

[7]

یہ ذرائع ابلاغ ہی ہے جس کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی تہذیب و ثقافت ہمارے معاشرے میں داخل ہوئی اور جس نے ہماری نسل کو اپنی تہذیب و ثقافت سے بے گانہ کر دیا۔

5- الیکٹرانک میڈیا

ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، تھیٹرز، سی ڈیز، ڈی وی ڈی کمپیوٹر وہ الیکٹرانک ذرائع ہیں جن کی وجہ سے آج ہماری نسلیں اخلاق، پیار، رشتے داری، دوستی اور اپنوں کی تڑپ جیسے الفاظ بھول گئی ہے۔ ان کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ نسل ہمیں جانتی ہی نہیں۔ الیکٹرانک میڈیا سے بے حیائی ہمارے گھروں میں اس قدر رچ بس گئی ہے کہ ہمارے لیے مسلم اور غیر مسلم کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

محمد الیاس عطار قادری زیدہ مجدہ فرماتے ہیں:

"آپ کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہوگا کہ ٹی وی اور وی سی آر کے ذریعے اس معاشرے میں گناہوں کا سیلاب امنڈ آیا ہے۔ ٹی وی پر ڈرامے دیکھ کر، گانے سن کر، آج چھوٹے بچے گلیوں میں ٹانگیں تھرکاتے اور ناچ دکھاتے نظر آتے ہیں۔ فلموں، ڈراموں، موسیقی اور گانے باجوں کی بہتات نے کہیں کا نہیں چھوڑا ہے۔ اگر آخرت کی کامیابی اور اپنے خاندان اور معاشرے کی اصلاح درکار ہے، تو ٹی وی اور وی سی آر کو اپنے گھروں سے ضروری نکالنا ہوگا۔"[8]

6- سوشل میڈیا

میڈیا کی مختلف اقسام میں سوشل میڈیا کا کردار بہت زیادہ نمایاں ہو گیا ہے۔ جوان، بچے، بوڑھے، مرد و عورت، یعنی تمام عمر کے لوگ اس سے منسلک ہو گئے ہیں اور لیل و نہار کا اسے اپنا ساتھی بنا رہے ہیں۔ سوشل میڈیا، جیسے کہ واٹس ایپ، یوٹیوب، فیس بک، ٹویٹر، گوگل پلس، یاہو، مسینجر، وائبر، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، وغیرہ، ایک ایسا سیلاب ہے جو ہر ایک کو نقصان کی طرف لے جا رہا ہے۔

> "سوشل میڈیا میں مصروف رہنے والی عوام وہ غور کرلیں کہ اس کے وجہ س نہ نماز میں دل لگتا ہے، نہ قرآن پاک کی تلاوت اور اورادو وظائف کے لیے وقت ملتا ہے۔ لوگ مجبوراً نوکری کرنے تو جاتے ہیں لیکن دوران کام بھی سوشل میڈیا پر لگے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے حادثات بھی ہوتے ہیں جس کے سبب لوگوں کی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کی سیکورٹی کی نوکری ہوتی ہے تو وہ بھی دوران ڈیوٹی سوشل میڈیا پر لگے ہوتے ہیں۔ سیکورٹی پر مامور افراد کے دوران ڈیوٹی موبائل استعمال کرنے کا رجحان میں نے ایک ترقی یافتہ ملک میں بھی دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی اداروں میں ملازمین سے دوران ڈیوٹی موبائل فون لیکر جمع کر لیے جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے حال پر کرم فرمادے کہ ہم سوشل میڈیا کا استعمال 100 فیصد جائز طریقے سے کریں۔"[9]

سوشل میڈیا کا دنیا کو گلوبلائزیشن بنانا حقیقت میں مغرب کی تہذیب و ثقافت کو پھیلانا اور باقی تہذیبوں خاص طور پر اسلامی تہذیب و تمدن کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے۔ گلوبلائزیشن کے حوالہ سے ہمارے ہاں ایک طبقے کی رائے یہ ہے کہ یہ انتہائی مفید چیز ہے، اسے اختیار کرنے سے ہم لوگ بہت ترقی کر جائیں گے لیکن یہ چیز ہماری نسلوں کو تباہ کر رہی اور ہماری ثقافت کے بارے میں ہماری نسلوں کو گمراہ کر رہی ہے۔

7- پرنٹ میڈیا

اخبارات، جرائد، کتب و پمفلٹس، ناولز، بینرز، ڈائجسٹ وغیرہ کا تعلق پرنٹ میڈیا سے ہے۔ یہ میڈیا کی تیسری اہم قسم ہے۔ اس کی معاشرے میں اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا بھر کی معلومات اخبارات کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہیں۔ ناولز، ڈائجسٹ، میگزین وغیرہ فحاشی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ماڈلز اور ایکٹرز کی بے ہودہ تصویریں ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہی ہیں۔ خواتین اپنا قیمتی وقت ان کو پڑھنے پر صرف کر دیتی ہیں تو بچوں کی تربیت پر کیا توجہ دیں گی؟

> "دس سال کی عمر کے بچوں کو واقعات اور تجسس والی چیزیں پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کو پورا کرنے کے لیے بازار سے جھوٹ پر مبنی خوفناک کہانیاں اور بھوت پریت کے قصے خرید کر پڑھتے ہیں جس سے ان کے ننھے ذہن پر انجانی چیزوں کا خوف ہمیشہ کے لیے اثر انداز ہو جاتا ہے اور وہ بزدل ہو جاتے ہیں۔"[10]

بچوں کی نفسیات کا معاملہ نازک ہے، وہ ہر چیز کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ منطقی مسائل کو سمجھنے سے ان کی عقل قاصر ہوتی ہے۔ اس لیے پرنٹ میڈیا کے ذریعے جو چیز ان کو ملتی ہے، وہ جلدی ان کے ذہن میں اپنی جگہ بنالیتی ہے۔ اخبارات میں چھپنے ولے اشتہارات جنہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اشتہار چھاپنے اور چھپوانے والے مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔ ہماری نسل کو جو ابھی اچھے برے کی تمیز کرنا نہیں جانتی، اس قسم کی اشیاء تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں۔

8- غیر مذہبی رسومات

عقائد و نظریات کے علاوہ جس چیز سے کوئی قوم دوسری قوم سے جداگانہ حیثیت اور امتیازی شان کو برقرار رکھ سکتی ہے، وہ اس کی تہذیب و ثقافت اور طرزِ تمدن ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی تہذیب کو چھوڑ کر دوسروں کے طرز حیات اور طریقوں کو اپنائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس محض عقیدہ ہی ہے، عمل کچھ نہیں۔ قیام پاکستان سے قبل ہندو معاشرت سے قربت اور قیام پاکستان کے بعد مغربی تہذیب سے مرعوبیت کی بنا پر بہت سی غیر اسلامی رسومات اور تہوار ہمارے معاشرے اور ہماری تہذیب کا حصہ بن گئے۔ جیسے بسنت، ویلنٹائین ڈے، اپریل فول وغیرہ۔

> "بذات خود بسنت کا تہوار تو برا نہیں، اس میں پتنگیں اڑاتے ہوئے ہوائی فائرنگ کرنا، شور مچانا اور اودھم مچانا برا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بسنت کا تہوار بھی پنجاب کا خاص تہوار ہے اور یہاں صدیوں سے منایا جاتا ہے۔ آزادی سے پہلے یہ تہوار ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی مل جل کر منایا کرتے تھے۔" [11]

9- جدت پسندی کا فروغ

مغرب میں صدیوں سے پادریوں اور کلیسا کی غلامی کا نظام مضبوطی سے جڑا ہوا تھا۔ اس جڑبندی کے خلاف سولھویں صدی میں مارٹن لوتھر نے ایک مستحکم تحریک شروع کی، جس نے آگے چل کر "پروٹسٹ" کے نام سے ایک مستقل فرقہ بنا لیا۔ اس کے بعد، کلیسا و پاپائیت کے خلاف مختلف تحریکات اٹھائی گئیں اور ان تحریکات کی کوکھ سے ماڈرن زمانے کا ازم تیار ہوا۔

مغرب کے نامور فلاسفے نے عقل و فلسفیانہ بنیادوں پر ماڈرن زمانے کی راہ ہموار کی، اور زندگی گزارنے کے مختلف فلسفے خالص عقلی بنیادوں پر مغربی دنیا میں وجود میں آئے۔ ان تمام فلسفوں کا جامع عنوان "ماڈرن ازم" ہے، جس میں موجودہ دور کے انسان کو زیادہ سے زیادہ آزادی اور خود مختاری کا علم بردار بنانے کی کوشش کی گئی۔

واضح طرز پر جدید زندگی کی چیدہ چیدہ ذہنی، سائنسی اور اجتماعی و سیاسی قوتوں کا اثر و نفوذ محسوس کیا جا رہا ہے۔ مسلم معاشرے کا شاید ہی کوئی پہلو ہو جو اس ٹکراؤ سے غیر متاثر رہا ہو۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی:

> "مسلمان معاشرے مغرب کی نقالی میں اور مغرب کے دباؤ کی وجہ سے اپنی عورتوں کو آزادی پر آمادہ کر رہے ہیں کہ اس کا انجام معاشرتی اداروں کی تباہی اور اخلاقی فساد کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔" [12]

آج کل جدت پسندی کے نام پر کھانے پینے میں بھی نئے انداز اور طور طریقے اپنائے جا رہے ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں بلکہ طبی لحاظ سے بھی ضرر رساں ہیں۔ اس کے علاوہ آج مسلم معاشرے کے لباس میں بھی تبدیلی آگئی ہے۔ عورتیں خود بھی نیم عریاں لباس پہنتی اور اپنی بچیوں کو بھی ایسا ہی لباس زیب تن کرواتی ہیں جو مغربی تہذیب کا آئینہ دار ہو۔

غیر معیاری نظام تعلیم، غیر مذہبی تہوار، غیر تربیت یافتہ اساتذہ، ملٹی میڈیا، جدت پسندی یہ ایسے اسباب ہیں جو ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ جن کی بہتری نہ ہونے کی وجہ سے آج ہمارا بچہ تعلیم تو حاصل کر رہا ہے لیکن بے کردار ہو گیا ہے۔ خود غرضی، کینہ پروری، لالچ، بغض و عداوت، غصہ، غیبت، نفس پرستی، بے حیائی، حسد جیسی برائیاں آج ہمارے بچے میں جنم لے رہی ہیں۔ بچہ اپنے گھر سے زیادہ اپنے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے۔ معاشرہ جس ڈگر پر چلے گا، بچہ بھی اسی طرف ہی چلے گا۔ اگر بچہ میں اخلاقی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ معاشرے کے یہی اسباب ہیں۔ ہمارا معاشرہ جو تعلیم دے رہا ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر رہا ہے۔ جن کا مقصد صرف پیسہ کمانا اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے سوا کچھ نہیں۔ آج ہمارا بچہ تنہا ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو توجہ چاہیے۔ والدین اور سوسائٹی کو مل بیٹھ کر ان اسباب کا تدارک کرنے کی ضرورت ہے تاکہ کل کو بچہ اس ملک و ملت کی باگ دوڑ سنبھال سکے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

معاشرے کا اہم کام بچے کو بہتر تعلیم و تربیت مہیا کرنا ہے کیوں کہ تعلیم کے بغیر بچہ ادھورا ہے۔ دین اسلام میں علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نبی کریم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ علم ہی کے بارے میں تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

جس رب نے پیدا کیا اس کے نام سے پڑھو۔ جس نے انسان کو لو تھڑے سے پیدا کیا۔ تم پڑھو اور تمہار رب بہت عزتوں والا ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا اور انسان جس کو نہیں جانتا تھا وہ بھی سکھا دیا۔[13]

اسی طرح علم والوں کی اہمیت بھی بیان کی گئی ہے:

تم میں سے جو ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے گا، بے شک جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔[14]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ- اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ [15]

آپ فرما دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ بے شک عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

یعنی نسل انسانی کی ترقی اور بقاء کے لیے علم کا حصول بہت ضروری ہے۔ اس کے ذریعے انسان اچھے اور برے کا فرق جان پاتا ہے۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم و تربیت کے ذریعے دین و دنیا میں اعلیٰ سطحوں اور ترقی کی بلندیاں حاصل کیں۔ لیکن جب مسلمان علم و تعلیم سے دور ہوئے، تو وہ غلامی کا شکار بنے یا اپنے انسانی حقوق سے محروم ہوئے۔ ان مواقع میں، قومی شناخت میں کمی آئی اور انہیں اپنی حقیقی شناخت سے محروم کر دیا گیا۔

ڈاکٹر محمد امین اپنی کتاب ہمار تعلیمی بحران اور اس کا حل میں نئے نظام تعلیم کی چند بنیادیں بیان کرتے ہیں جس میں جدید تعلیم بھی ہو دینی تعلیم بھی۔

- جدید تعلیم اس طرح دی جائے کہ دینی تعلیم نہ صرف اس کا معتدبہ حصہ ہو بلکہ اس کا تناظر بھی اسلامی ہو۔
- دینی تعلیم اس طرح دی جائے کہ جدید علوم کا تعارفی و تنقیدی مطالعہ بھی اس کا حصہ ہو اور اس کے فارغ التحصیل عالم جدید معاشرے کی ضروریات سے باخبر اور اس کے چیلنجوں سے عہدہ بر آ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔
- نظام تعلیم ایک ہو، اس میں دین و دنیا کی ثنویت نہ ہو۔
- اسلامی تربیت اور تزکیہ نظام تعلیم کی بنیاد اور اس کا جزلا تحزبی ہو اور نظام تعلیم میں اس کا وزن تدریس کسی طور پر کم نہ ہو۔
- مغربی فکر و تہذیب کی بالادستی کو شعوری طور پر رد کر دیا جائے۔ اسلامی فکر و تہذیب کی بالادستی کو اُجاگر کیا جائے۔ اس پر امت کا افتخار بحال کیا جائے، مغربی فکر و تہذیب کا تنقیدی مطالعہ ہر تعلیمی سطح پر کیا جائے۔[16]

اس کے علاوہ اساتذہ کی تربیت بھی ضروری ہے کیونکہ ایک اچھا استاد ہی بچوں کو بہترین انسان بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ استاد کا کام صرف علم پہنچانا نہیں، تربیت بھی کرنا ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا اور حضرت ابراہیم نے ایسے ہی رسول کی دعا فرمائی تھی جو تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دے۔ ارشاد ہوتا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [17]

ایک دوسری جگہ مؤمنین پر احسان جتلاتے ہوئے بتایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ [18]

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر ایک رسول بھیج کر بہت بڑا احسان کیا، جو ان کے لیے تلاوت کرتا ہے، انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اس سلسلے میں کثرت سے احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جن میں اہل علم کی ستائش کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی پر۔ یقیناً اللہ عزوجل اس کے فرشتے اور آسمان وزمین والے حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی تک لوگوں کے معلم کے لیے خیر کی دعا کرتے ہیں۔[19]

ایک دوسری حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے سے باہر آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ وہاں دو حلقے مشغول تھے۔ ایک حلقہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور اللہ سے دعا کر رہا تھا، جبکہ دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم کے کام میں مصروف تھا۔ نرسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دونوں بھلائی کے ہیں۔ یہ حلقہ قرآن پڑھ رہا ہے اور اللہ سے دعا کر رہا ہے۔ اللہ چاہے تو اس کی دعا قبول فرمائے، یا نہ فرمائے۔ دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہے اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر یہیں بیٹھ گئے۔[20]"

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی اہم ہے۔ اسلامی تعلیم کی تلاش اور علم کے حصول کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی محنت کرنا اور اپنی معاشرتی ذمہ داریاں پوری کرنا اہم ہے۔"۔

جس طرح کی تعلیم آج کے مسلم معاشرے میں بچوں کو دی جا رہی ہے، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے پہلے ہی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ [21]

علامات قیامت میں سے ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جہل ہی جہل ظاہر ہو جائے گا۔

اسلام میں دوسری زبانوں کی تعلیم حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا۔ لیکن ہماری تعلیم میں انگریزی زبان اور انگریزی سکولوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ فرانس، جاپان، چین نے انگریزی کو اختیاری مضامین کا درجہ دیا ہے لیکن ہم نے اپنی مادری زبان کو پیچھے دھکیل کر انگریزی زبان کو لازمی کر لیا ہے جس کی وجہ سے ہمارا بچہ آج ذہنی کشمکش کا شکار ہے۔

مخلوط تعلیم کے بارے میں قرآن وحدیث کا حکم

اسلام میں عورتوں کی تعلیم کی اہمیت کو نہ صرف قبول کیا گیا ہے بلکہ اس کو فرض اور ضرورت بھی قرار دیا گیا ہے۔ عورتوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا ایک اہم حق ہے جو ان کی شخصی اور سماجی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ اسلام تعلیم کے ان طریقوں کو منظور نہیں کرتا جو عورتوں کو ان کی نسوانیت سے محروم کرے یا انہیں حیا و عفت سے محروم کرے۔

اسلام معاشرت میں مرد وزن کے بے حجابانہ اختلاط کو نامناسب اور تباہ کن قرار دیتا ہے، جو کہ عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے ہنگامی معاشرتی مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ اسلام معاشرتی تعلقات میں حیا و عفت کو حفظ کرنے اور مردوں اور عورتوں کے درمیان احترام و توازن کی ترغیب دیتا ہے تاکہ انسانیت کے اصولوں کے مطابق رہا جائے۔ اس لیے اسلام میں مخلوط تعلیم کا کوئی جواز نہیں۔ والدین کو اپنے بچوں کے لیے سکول کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو مخلوط تعلیمی اداروں کی بجائے الگ الگ تعلیمی اداروں میں بھیجنا چاہیے۔ بچیوں کو ایسی تعلیم دیں جو ان کی آئندہ زندگی میں ان کے کام آسکے۔ مریم خنساء لکھتی ہین:

"جب ایک لڑکی لڑکیوں میں رہتی ہے تو وہ لڑکیوں کو دیکھ کر بہت سے ایسے معاشرتی آداب اور الفاظ سیکھ جاتی ہے جنہیں عورت ہونے کے ناطے اسے اپنی معاشرتی زندگی میں برتنا ہوتا ہے۔ یہی حال ایک لڑکے کا ہے۔ وہ اپنے ہم صنفوں میں رہ کر بغیر کسی محنت کے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب کہ دونوں صنفوں کے ایک ہی جگہ تعلیم وتربیت حاصل کرنے سے نہ لڑکا مردانہ عادات واطوار سیکھ پاتا ہے اور نہ لڑکی نسوانی آداب وسلیقے سے اپنے آپ کو آراستہ کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس وہ غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کی عادات اپناتے چلے جاتے ہیں۔[22]

یہ مخلوط تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج لڑکے، لڑکیوں کی طرح کے رنگین لباس میں اور لڑکیاں، لڑکوں کی طرح کے لباس میں نظر آتی ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ [23]

رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کا اظہار کیا ہے۔

اس امر کی بنیاد قرآنی آیات اور حدیثوں پر ہے جو انسانی معاشرت کے لیے احترام و توازن کی دیگر موجودہ رہنمائی کے ساتھ ہم زندگی ہیں۔ بچیوں کو شروع سے ہی پردے کی اہمیت سے روشناس کروانا چاہیے۔ انہیں امہات المومنین اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین کے قصے سنائیں۔ اگر انہیں آپ مخلوط تعلیمی اداروں میں بھیجیں گے تو اپنے ہم جماعت طلبہ و طالبات سے جو سیکھیں گے، اس کا اثر ان پر زیادہ ہو گا۔ پھر بے تحاشہ آپ جتنی بھی کوشش کر لیں، بچی اسلامی تعلیمات کو اپنانے سے گریز کرے گی۔

اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو فرمائیے کہ اپنی چادریں اوڑھے رکھیں۔ یہ کم درجہ ہے ان کی پہچان کا اور انہیں اذیت نہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔[24]

نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ دن مقرر کیا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ

عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: "مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، اس لیے ہمارے لیے کوئی خاص دن فرما دیں تاکہ ہم بھی آپ کے پاس آئیں اور آپ سے فائدہ اٹھائیں۔" اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے لیے میرے پاس یہ دن ہے جب میں محفل میں ہوں اور مجھ سے فائدہ اٹھاؤ۔" اس دن عورتیں حضور ﷺ کے پاس آئیں اور فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کو دینی معلومات سکھائیں اور ان کے لیے مناسب احکام بیان کیے۔[25]

یہ واقعہ عورتوں کی تعلیم و تربیت میں حضور رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی اور تعلیمی مشاورت کی اہم مثال ہے۔

لہٰذا مسلم معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغربی تقلید کو چھوڑ دیں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ الگ مدارس کا قیام عمل میں لائیں۔ جہاں دونوں ذہنی دباؤ اور کشمکش کا شکار ہوئے بغیر تعلیم حاصل کریں۔

اسلامی نظریہ ابلاغ

زمانہ حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے فائدے تو ہیں لیکن نقصانات اس سے بھی زیادہ ہیں۔ ابلاغ کا جو تصور اسلام پیش کرتا ہے، وہ آج کے ابلاغ سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔

"کیونکہ اسلامی نظریہ ابلاغ کی بنیاد دین اسلام ہے اور دین کے تمام اصول، احکام اور ضوابط مخلوق کی بجائے خالق کائنات کے تخلیق کردہ و ارسال کردہ ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن و حدیث کی آفاقی تعلیمات جو زندگی کے جملہ شعبہ جات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، شروع سے آخر تک تمام مراحل زندگی میں مکمل راہنمائی فراہم کرتی ہیں جن سے معاشرہ میں توازن اور اعتدال کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔"[26]

اسلام نے سب سے پہلے ابلاغ کا تصور پیش کیا۔ تخلیق آدم کے وقت رب کائنات اور فرشتوں کے درمیان ہونے والا پہلا مکالمہ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

اسلام کے نظریہ ابلاغ کی ابتدا تخلیق آدم کے عقیدے کے مطابق آدم کی فرشتوں کے مقابلے میں فہم و فراست اور دانش کا علم بردار ہونے سے ہوتی ہے۔ انسان اپنی اسی فہم و فراست اور ادراک و شعور کی دولت سے بہرہ ور ہونے کی بدولت مسجود ملائک ٹھہرا تھا۔"[27]

نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری بھی اللہ کی طرف سے یہی تھی کہ وہ اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ[28]

اے نبی ﷺ جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا، اس کو پہنچا دیجیے۔

عصر حاضر کا ذرائع ابلاغ ہمارے بچوں کو فحاشی، بے حیائی، جھوٹ و غیبت اور ایک دوسرے کی تحقیر کرنے کی طرف راغب کر رہا ہے۔ اسلام اس طرح کے ابلاغ کے طریقے کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کی ہر حرکات و سکنات پر نظر رکھیں۔ نیٹ والے فون پر بچہ کیا چیز دیکھ رہا ہے۔ ٹی۔ وی پر وہ کس طرح کے پروگرامز دیکھ رہا ہے۔ ان سب کا علم والدین کو ہونا چاہیے۔ آج کل کارٹونز میں بھی فحاشی اڈ آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ، مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللَّهِ[29]

کوئی بھی اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں اور اسی لیے اس نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ سے زیادہ کوئی تعریف پسند کرنے والا نہیں۔

والدین کو بچوں کے سامنے خود کو بھی ٹی۔وی اور موبائل سے جتنا ہو سکے دور رکھنا چاہیے۔ کیونکہ بچہ تقلید پسند ہونے کی وجہ سے اسی چیز کو زیادہ اہم سمجھے گا جسے والدین اہم سمجھیں گے۔ جب ٹی۔وی اور موبائل نہیں تھا تب بھی بچوں کو سکھایا جاتا تھا، ان کی تربیت کی جاتی تھی۔ موبائل اور ٹی۔وی کے ہاتھوں یہ کام سپرد کر کے صرف اور صرف ان ذمہ داریوں سے خود کی جان چڑھانا ہے، جن کو نبھانے کا کام قدرت نے ہمیں ودیعت کیا ہے۔ اس کے علاوہ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو فحش لٹریچر پڑھنے کے لے نہ دیں، نہ چھوٹے بچوں کو درس و تدریس کے لیے ایسی کتب مہیا کریں جن میں فحش تصاویر ہوں جیسے آج کل بچیاں فروزن اور منڈریلا جیسی کہانیوں کو پسند کرتی ہیں۔ جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

غیر مذہبی تہوار

غیر مذہبی تہوار جن کا اسلام میں کوئی وجود نہیں، ان کو منانا جائز نہیں ہے۔ لیکن ہم اور ہماری آنے والی نسلیں غیر مذہبی تہواروں کو منانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ جب ہم اور ہمارے بچے غیر اقوام کے تہواروں کو منائیں گے تو انہی کے اطوار و طریقے ہی ہمارے بچے سیکھیں گے اور اسلامی تعلیمات سے دور ہو جائیں گے۔

اسلام نے بھی مسلمانوں کو خوشی منانے کا حق عطا کیا ہے اور ان کے لیے دو تہواروں کو اہم قرار دیا ہے ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحی۔

قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: "مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟" قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ[30]

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ گئے، تو آپ نے اہلیان مدینہ کو دیکھا کہ انہوں نے دو دن کھیل و تفریح کے لیے مختص کر رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ دو دن ایسا کیوں ہے؟ جواباً انصار مدینہ نے کہا کہ جاہلیت ک دور میں ہم ان دو دنوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے ان دونوں کے عوض تمہیں دو بہتر ایام سے نوازا ہے۔ ایک عید الاضحی اور دوسرا عید الفطر۔

عید الفطر

عید الفطر مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے جو کہ ہر سال یکم شوال کو منایا جاتا ہے۔ مسلمان ماہ صیام کے روزوں کے گزرنے کے بعد یہ دن مناتے ہیں اور یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے ایک نعمت ہے۔ بچوں کو بتایا جائے کہ اس دن صدقہ فطر ادا کر کے غریبوں کو بھی اپنی خوشی میں شامل کیا جاتا ہے۔

بچوں کو روزے کی اہمیت کے بارے میں بتایا جائے کہ اس دن مسلمان صرف اپنے رب حقیقی کی محبت حاصل کرنے کے لیے طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہتے ہیں اور اس دوران فحش باتیں کرنا، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا غرض ہر طرح کے برے کام سے خود کو مسلمان بچائے رکھتے ہیں۔ یوں ان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔

عید الاضحی

مسلمانوں کا دوسرا تہوار عید الاضحی ہے۔ جو ہر سال 10 ذی الحجہ کو نہایت جوش و جذبے اور عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ میں دنیا بھر کے مسلمان خدا کے حضور اپنے جانوروں کی قربانی کر کے حضرت ابراہیم کی سنت کو تازہ کرتے ہیں۔ بچوں کو حضرت ابراہیم کا واقعہ سنایا جائے کہ کس طرح وہ اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لیے اپنے لخت جگر کو اس کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اولاد بھی اتنی فرمانبردار کہ اپنے باپ کی حکم عدولی نہ کی۔

غیر اسلامی تہوار اخلاقی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں ان کا وجود نہ صرف ہمارے لیے بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کے لیے تباہی کا موجب ہے۔ کرسمس، ہولی، بسنت، ویلنٹائن ڈے وغیرہ ان تہواروں کا ہماری تہذیب اور کلچر سے دور دور تک کا کوئی تعلق نہیں۔

جدت پسندی کے بارے میں قرآن وحدیث کا موقف

اسلام ایک فطری دین ہے جو کبھی بھی جدت کی بنا پر پابندی نہیں کیا جاتا، بلکہ کبھی کبھار اسے مستحسن قرار دیا جاتا ہے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر لوگوں کو غور و فکر اور تدبر کرنے کا حکم آیا ہے۔

> بے شک زمین و آسمان کی تخلیق، دن اور رات کی تبدیلی میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں، جو اٹھتے بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنی کروٹوں پر زمین اور آسمان کی تخلیق کے بارے میں سوچتے ہیں کہ اللہ نے کسی چیز کو باطل پیدا نہیں فرمایا، (اور کہتے ہیں) تو پاک ہے ہمیں آگ سے بچا۔[31]

اس کے ساتھ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ جو بھی چیز ہو اس کو سمجھ بوجھ کر مانو اور اندھے پن سے کسی چیز کو قبول نہ کرو۔

اس بیان کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جدت پسندی ایک اہم مسئلہ ہے جو زمانے کے مختلف روایات اور رسومات کے بیانی چمک دمک کے بجائے انسانیت کے فائدہ مند بنانے کے کام بھی آسکتی ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہر نئے طور طریق اور رسم و رواج کو صرف اس بنیاد پر قبول کیا جائے جو اسلامی شریعت کے مطابق ہو۔ اگر کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو اس کے بارے میں شریعت کے حکم کا اندراج فوراً قبول کیا جائے، بس یہی نہیں کہ وہ صرف ظاہری چمک دمک یا عام روایات کے مطابق ہو۔

اسلام عورتوں کی اس آزادی کو قطعاً پسند نہیں کرتا جو جدت پسندی کے نام پر اسلامی معاشرہ میں آگئی ہے۔ ایسی آزادی خاندانی زندگی کی تباہی کی بنیاد ہے۔ اسلام اس سلسلے میں پردے کا حکم دیتا ہے اور خاوند کے علاوہ کسی نامحرم کے لیے سج دھج کر جانے سے منع فرماتا ہے۔

خلاصہ کلام

سطور بالا سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ معاشرے پر یہ چیز لازم آتی ہے کہ وہ آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھنے کے لیے تمام افراد کو یکجا کرے اور ان کے مسائل کا سد باب کرے خصوصاً ان مسائل کا جو بچوں کی تربیت کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن وحدیث میں واضح طور پر راہنمائی موجود ہے۔ بچوں کو نہ صرف اچھی تعلیم مہیا کی جائے بلکہ ان کی تربیت کو بھی لازمی بنایا جائے۔ اس سلسلے میں ان کو تربیت یافتہ اساتذہ مہیا کیے جائیں، ان تمام محرکات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے جو بچوں کو برائی اور بے حیائی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ بچہ پر ماحول ایک شدید طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہذا معاشرے کا پاک وصاف ہونا بہت ضروری ہے۔ بچہ کی تربیت اچھی ہو گی تو ہی وہ معاشرے کا نہ صرف کامیاب اور معزز شہری بنے گا بلکہ معاشرے کی بہتری کے لیے بھی کام کر سکے گا۔

مصادر و مراجع

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4, 2023

1 فواد کیفی، سازشی تعلیم اور ہمارے بچے، ص:20

2 امین، ڈاکٹر، ہمارا تعلیمی بحران اوراس کا حل: صفحہ 50

3 مریم خنسا، مخلوط تعلیم، ص:5

4 ایضا

5 امین، ڈاکٹر، ہمارا تعلیمی بحران اوراس کا حل: صفحہ 51

6 ڈاکٹر عطاء الرحمن، نوجوانوں میں تعلیم وتربیت کے فقدان کا تدارک، ص:76

7 ڈاکٹر سید عبد المالک، اسلام اور جدید میڈیا، القلم، دسمبر 2014ء، ص:259

8 محمد الیاس قادری، ٹی وی کی تباہ کاریاں، ص 28

9 محمد الیاس قادری، انداز گفتگو کیسا ہو، ص:2

10 ابوالحسن، مبشر احمد ربانی، ٹی۔وی معاشرے کا کینسر، ص:5

11 ام عبد منیب اور مریم خنساء، صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار، ص:76

12 ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص:530

13 العلق96/1-5

14 المجادلہ58/11

15 الزمر39/9

16 ڈاکٹر محمد امین، تعلیمی بحران اوراس کا حل، ص:68

17 البقرہ2/129

18 آل عمران3/164

19 ترمذی، سنن، حدیث نمبر2685

20 ابن ماجہ، سنن، حدیث نمبر229

21 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب رفع العلم وظھور الجھل، حدیث:80

22 مریم خنساء، مخلوط تعلیم، ص:62

23 الترمذی، سنن، کتاب الادب، حدیث:2784

24 الاحزاب33/59

25 البخاری، الجامع، حدیث:101

26 باجوہ، مطیع اللہ، ابلاغ کا اسلامی تصور اور عہد حاضر کے معاشرتی تقاضے، القلم، دسمبر2016ء، ص:209

27 پروفیسر مہدی حسن، جدید ابلاغ عام، مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد، ص:224

28 المائدہ5/67

29 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، حدیث:5220

30 ابوداؤد، سنن، تفرح ابواب الجمعۃ، باب صلاۃ العیدین، حدیث:1134

31 آل عمران3/190-191